پھر صدر محترم اپنی پشت کے نشان کس مقصد سے جگہ جگہ دکھلاتے اور دَورِ ایوب خانی کو دشنام دیتے پھرتے ہیں کہ ایوب کے دَور میں بھی اس طرح مخالفوں پر گولیاں برسائی گئی تھیں جس طرح راولپنڈی میں اور اس سے پیشتر تحریکِ استقلال کے جلوس پر ملتان میں برسائی گئی تھیں۔ اور نہ ہی کسی نذیر شہید اور رفیق شہید کو اس بے دردی کا نشانہ بنایا گیا جس کا نشانہ اس دَور میں بنایا گیا۔

آخر میں ہم یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ حکومت کو اپنی اس روش کو تبدیل کرنا چاہیئے کہ اس سے نہ صرف اندرون ملک حکومت اور حکمرانوں کی رسوائی ہوتی ہے بلکہ ملک سے باہر کی جمہوری قوتیں بھی ایسے اعمال و افعال کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتیں اور ایسے ممالک سے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتیں جس کے نتیجہ میں ملک و ملت دونوں اقوامِ عالم کی نظروں سے گر جاتے ہیں۔

حال ہی میں لیبیا کے دارالسلطنت بن غازی میں مسلم ممالک کے وزراء خارجہ کی چوتھی کانفرنس اختتام پذیر ہوئی ہے اس کانفرنس کی جو روداد مختلف ملکی اور غیر ملکی جرائد میں شائع ہوئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان نے اس سال بھی اس کانفرنس میں کوئی قابل ذکر کردار ادا نہیں کیا اور نہ ہی اپنے مسائل کے الجھاؤ اور ان کے حل کی طرف برادر مسلم ممالک کی توجہات کو مبذول اور ان کی ہمدردی کے حصول کی کوشش کی ہے جبکہ چند دوسرے ممالک نے پاکستان کے مصائب اور مشکلات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور ان سے عہدہ برآ ہونے میں اپنے تعاون کا یقین دلایا ہے۔

اس سلسلہ میں پاکستان کی بے توجہگی اور عدمِ دلچسپی کا اظہار تو پاکستان کے اس وفد کی ماہیت ہی سے ہو جاتا ہے جسے اس کانفرنس میں شرکت کے لیے ترتیب دیا گیا تھا اور پھر وسائلِ ابلاغ اور ذرائعِ نشر و اشاعت کی طرف سے اتنے اہم اجتماع کے بارے میں اعراض و اغماض کی پالیسی حکومت کے موقف کی واضح طور پر نشاندہی کر رہی تھی۔ حالانکہ ایسے اجتماعات پاکستان کے حالاتِ موجودہ

سے نپٹنے میں خاصے ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ اگر پاکستان تھوڑی سی بھی کوشش کرے تو ان مسلم ممالک کی عظیم اکثریت اس کی پشت پناہی پر آمادہ و تیار ہو سکتی ہے جو ایشیا اور مشرق کے اہم سا ستوں پر قابض اور انڈونیشیا سے مراکش اور درۂ دانیال سے لے کر خلیج فارس تک کی آبی شاہراہوں کے مالک ہیں اور ہندوستان پاکستان کی مشکلات کا بانی اپنے اقتصادی اور تجارتی احتیاجات اور ضروریات کی بنا پر کسی صورت بھی ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

لیکن انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ پاکستانی حکومت اس طرف توجہ دینے کی زحمت گوارا کرنے کو بھی تیار نہیں اور شاید اسی بنا پر عرب اور دیگر اسلامی ممالک میں ہمارے سفارت خانوں کی کارکردگی نہ ہونے کے برابر ہے کہ اکثر و بیشتر اسلامی ممالک میں ہمارے سفارت خانے یا تو ایسے افراد سے بالکل تہی دامن ہیں جو اس ملک کی روایات تہذیب و تمدن اور زبان سے آشنا ہوں یا ان میں ایک ایک وقت میں کئی کئی اہم اسامیاں خالی پڑی رہتی ہیں جبکہ اس کے برعکس ہمارا ازلی دشمن ہندوستان جس قدر توجہ اسلامی ممالک پر صرف کرتا ہے۔ شاید ہی اس کا عشر عشیر بھی دیگر ممالک پر کرتا ہو۔

اسلامی ممالک میں اس کے سفارت خانوں کی کارکردگی کا یہ عالم ہے کہ پچھلے برس جدہ کانفرنس میں کوئی ایسی غیر رسمی میٹنگ یا دعوت نہ تھی جس میں ہندوستان کے ڈپلومیٹ شرکت نہ کرتے ہوں اور رسمی اجلاسوں میں بھی گرچہ ہندوستان شریک نہ تھا لیکن کانفرنس ہال کے گرد و پیش میں اس کی لابی باقاعدہ سرگرم عمل تھی اور وہاں اس کے نمائندہ پل پل کی خبروں سے پوری طرح باخبر تھے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کو اپنے برادر مسلم ممالک سے صحیح روابط استوار کرنے کے نتیجہ میں اگر اور کچھ فوائد حاصل نہ ہوں تو اتنا فائدہ ضرور حاصل ہو سکتا ہے کہ ان ممالک میں ہندوستان کے تجارتی اور اقتصادی مفادات پر ضرب کاری لگا کر پاکستان کے مفادات کو تقویت پہنچائی جا سکتی ہے کہ پاکستان ایسے ترقی پذیر زرعی اور

صنعتی ملک کو زر مبادلہ کے حصول اور مصنوعات کی کھپت کے لیے منڈیوں کی شدید ضرورت ہے اور مشرقِ وسطے کے تمام مسلمان ممالک ہندوستانی مصنوعات اور منتوجات کی بہترین کھپت گاہ ہیں۔

دوسری طرف ہم اس پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ پاکستان اپنی جد وجہد کے اس مرحلہ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے کافی مادی مدد لے سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت کچھ نواز رکھا ہے اور معدنی اور تیل کی ثروت سے مالا مال ملک اگر یورپ میں سرمایہ کاری کر سکتے ہیں تو پاکستان میں کیوں نہیں؟ اور کیوں پاکستان ان کے تعاون سے ایک طاقت ور اور مضبوط اسلامی بلاک کی تشکیل نہیں کر سکتا جو ہمہ قسم کے اسلحہ سے لے کر ہر قسم کی مشینری تک کلیتہً خود کفیل ہو کہ ہمارے پاس علم اور عقل کی کمی نہیں اور ہمارے بھائیوں کے پاس مال و دولت کی۔ ہمیں امید ہے کہ اس بارہ میں ہماری گزارشات رائیگاں نہیں جائیں گی۔